تنازعہ اور حلِ تنازعہ: اسلامی تناظر میں

Critical and Conflict Resolution: an Islamic Perspective

ڈاکٹر قبلہ ایاز[i]　　ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء[ii]

Abstract

A society free of conflict can hardly be found anywhere in the World. Conflict may take place between individuals or between two or more groups of people. In some cases it may take place between two nations. However, one valuable characteristic of the human society is to resolve diverse kinds of disputes peacefully. The present article treats the problem from Islamic point of view.

It has three parts. In part first the term tanaze'ah (conflict) has been explained, in the second part different stages of the solution of conflict have been discussed, while in the last part those Islamic Principles have been brought in to focus through which a conflict can be resolved peacefully. In this regard it has been concluded that it is the foremost duty of the influential segment of society to play vital role in resolving conflict before it takes shape of violence and damage the society.

Key words: *Conflict, Society, Resolution*

تنازعہ عربی کا کلمہ ہے اور یہ نزع سے مشتق ہے۔ یہ اختلاف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔تنازع القوم کا معنی ہے:

اختلاف کرنا جب کہ تنازعوا الشئ کا مطلب ہے، باہم کھینچنا[1]۔

---

[i] پروفیسر، سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

[ii] پروفیسر، ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں انسانی معاشرہ ہوگا وہاں تنازعہ بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوگا، حتیٰ کہ یہ تنازعہ خود انسانی نفس میں خیر وشر کی صورت میں موجود رہتا ہے۔ جب کہ خارجی دنیا میں معاشرہ کے افراد کے درمیان جوں جوں فرد کا تعامل دوسرے افراد کے ساتھ بڑھتا ہے اسی تناسب سے تنازعہ پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

تنازعہ کے پیدا ہونے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، گھر کے افراد کے درمیان سے لے کر معاشرے کے دوسرے افراد کے ساتھ تنازعات کا اٹھ کھڑا ہونا بعید از قیاس نہیں۔ تاہم ان سب اسباب میں سے مذہبی بنیادوں پر تنازعات کا اٹھ کھڑا ہونا سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ تاہم انسانی معاشرے کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ تنازعات خواہ کتنے سنگین کیوں نہ ہو اور ان کی نوعیت خواہ انفرادی ہو، اجتماعی ہو، قومی ہو یا بین الاقوامی اسلام ہر حال میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسی نقطہ نگاہ سے بحث کی جائے گی۔ قرآن پاک میں تنازعہ کا ذکر مختلف تناظر میں آیا ہے، حسبِ ذیل سطور میں اس حوالے سے چند آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ [2]

"اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم سست اور بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں تنازعہ پیدا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ تنازعہ کا نتیجہ کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا [3]

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی بھی جو تم میں سے صاحب حکم ہوں پھر اگر تم کسی بات میں باہم جھگڑنے لگو تو اس بات کو اللہ اور اس کے

رسول کی طرف لوٹایا کرو بشرطیکہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہو یہ طریقہ بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ تنازعہ اگر پیدا ہو بھی جائے تو اس کے حل کو ہر حال میں اطاعت اللہ، اطاعت رسول سے مشروط کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حل تنازعہ کے لئے قانون کا راستہ ہی ڈھونڈا جائے گا۔

تنازعہ کے مراحل اور صورتیں

1. انفرادی سطح پر جب تنازعہ شروع ہوتا ہے تو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتے اور جو بات معمولی طریقے سے ختم ہو سکتی ہے، وہاں لوگ تشدد پر اتر آتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں ایک مسلمان کی جو خوبیاں بیان ہوئی ہیں وہ اس سے کچھ اور تقاضا کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۔وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۔وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۔إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۔وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۔وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۔يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۔إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۔وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا۔ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۔خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا [4]

"اور رحمن کے مخصوص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب نادان لوگ ان سے بات کرنے لگیں تو ان سے سلامتی اور رفع شر کی بات کہتے ہیں اور جو اپنے رب کے آگے سجدے کرنے اور کھڑے رہنے میں رات گزارتے ہیں۔ اور وہ جو یہ دعائیں کیا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیو کیونکہ

دوزخ کا عذاب ہمیشہ کی تباہی ہے۔ بیشک وہ جہنم باعتبار ٹھہرنے کے بھی بری ہے اور باعتبار رہنے کے بھی بری ہے۔ اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ وہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان دو باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق شرعی کے ساتھ اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو شخص مذکورہ برے کام کرے گا وہ گناہوں کا وبال دیکھے گا۔ کہ اس کو قیامت کے دن دوچند عذاب کیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا۔ مگر ہاں جو کوئی توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالی ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرنے لگتا ہے تو وہی حقیقت میں خدائے تعالی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ رحمان کے بندے وہ لوگ ہیں جو جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب وہ اتفاقاً کبھی بیہودہ مجالس پر سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ بزرگانہ انداز سے گذر جاتے ہیں۔ اور نیز وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور نیز وہ ایسے ہوں جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر واستقامت کے صلے میں بالاخانے دیئے جائیں گے اور وہاں خیر وسلام کے ساتھ استقبال کئے جائیں گے۔ وہ ان بالاخانوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہترین جگہ ہے باعتبار ٹھہرنے کے بھی اور باعتبار رہنے کے بھی۔"

ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ[5]»

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جو ان امور کو چھوڑے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ[6]»

" مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کے ساتھ لڑائی کرنا کفر ہے۔"

2. بعض اوقات تنازعہ لفظی تو تکار سے ایک ایسے بحران کی شکل اختیار کر جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے دوسرے افراد بھی بلا کسی وجہ کے شامل ہو جاتے ہیں جن کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا اور بسا اوقات انصاف کے تقاضوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ قرآن پاک میں واضح طور پر حکم الٰہی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[7]

"اے ایمان والو! اللہ تعالی کے لئے راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی قوم کی دشمنی اور عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کریں کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ ہر معاملے میں انصاف کیا کرو یہ انصاف کرنا پرہیز گاری کے نزدیک تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

اور یہ :

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ[8]

"اور اے مخاطب اللہ کو یہ نہ سمجھو کہ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے جو وہ کر رہے ہیں ان کو خدا نے صرف اس دن کے لئے مہلت دے رکھی ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

3. عام طور پر بحران کا تیسرا مرحلہ تشدد پر اترنا ہوتا ہے۔ ایک فریق صبر کا ہاتھ چھوڑ کر تشدد کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ در حقیقت تنازعہ کی شدت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب لوگ تشدد کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور آہستہ تشدد کا دائرہ بڑھ جاتا اور دوسرے لوگ بھی متاثر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

حل تنازعہ کے مراحل

اگر تنازعہ کی ابتداء ہی میں کچھ ایسے افراد میسر آجائیں جو خلوص نیت سے تنازعہ کے

حل کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسئلہ حل نہ ہو۔ حلِ تنازعہ کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، حسب ذیل میں چند کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

1. حق سے دستبردار ہونا

حل تنازعہ کی ایک صورت یہ ہے کہ فریقین میں ایک فریق از خود اپنے جائز حق سے دستبردار ہوجائے۔ اگرچہ یہ بہت بہتر صورت نہیں کہ حق پر ہونے کے باوجود حقدار کو اس کا حق نہ ملے۔

2. شکست دے دینا

حل تنازعہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک فریق طاقتور ہوتا ہے اور دوسرا کمزور۔ اسی طرح طاقتور کمزور کو شکست سے دوچار کردیتا ہے۔

یہ بھی حل کی ایک صورت ہے، تاہم یہ تنازعہ کا مستقل حل نہیں ہے کیونکہ کمزور فریق کو جوں ہی موقع ملتا ہے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی کوشش ضرور کرتا ہے اور اسی طرح تنازعات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

3. تنازعہ سے دونوں فریقین کی دستبرداری

اس صورت میں تنازعہ کے دونوں فریق تنازعہ سے دستبردار ہوجاتے ہیں اور تنازعہ کو کسی منطقی انجام تک نہیں پہنچاتے۔ اس صورت میں فریقین کسی ایک کی فتح یا شکست سے پہلے ہی تنازعہ سے الگ ہوجاتے ہیں۔ تنازعہ کی صورت میں کوئی ایک فریق بھی کچھ حاصل نہیں کرپاتا۔ مذکورہ صورت میں تنازعہ کسی بھی وقت پھر سے سر اٹھا سکتا ہے اور دونوں فریقوں میں تنازعہ کھڑا ہوسکتا ہے۔

4. مفاہمت

اس صورت میں تنازعہ کے دونوں فریق مفاہمت کرتے ہیں اور اپنے اپنے موقف سے تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹتے ہیں اور کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر آپس میں سمجھوتہ کرتے ہیں[9]۔

5. تعاون یا دونوں کی جیت

حل تنازعہ کی اس صورت میں دونوں فریق ایک دوسرے کی بھلائی اور مفاد کا خیال رکھتے ہیں۔ حل تنازعہ کی اس صورت کو بہترین صورت قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں دونوں

فریقوں کی جیت ہے۔اسلامی تاریخ میں افراد کے درمیان تنازعے کے بہترین حل کی کئی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ان میں سے ایک اہم مثال بعثت رسول اللہ ﷺ سے پہلے حجر اسود کے نصب کرنے کے مسئلے پر قریشی قبائل کے درمیان کھڑا ہونے والا تنازعہ اور حضور ﷺ کا پیش کردہ حل ہے۔آپ ﷺ نے تنازعہ کو بہترین انداز میں حل کرنے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ حجر اسود کو ایک چادر کے وسط میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا نمائندہ ایک ایک کونا پکڑ کر اسے مطلوبہ مقام پر لے جائیں جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا[10]۔

حل تنازعات کے جدید اسالیب کی روشنی میں آپ ﷺ کا پیش کردہ حل تنازعات کا بہترین حل سمجھا جاتا ہے۔تنازعہ کا یہ حل پیش کرکے آپ ﷺ نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ کسی کی جیت کا مطلب دوسرے کی ہار ہر گز نہیں۔تعمیر امن کے اسالیب کی روشنی میں تنازعات کے اس نوعیت کے حل "طرفین کی جیت" (win-win) کہا جاتا ہے جس کی اولین مثال آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے ملتی ہے۔یہ واقعہ اگرچہ نبوت سے پہلے کا ہے، لیکن اس سے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے اولین واقعات کا علم ہوتا ہے[11]۔

تنازعات اور دینی تعلیمات

اسلامی تعلیمات انسان کو تنازعات سے بچنے اور باہمی اخوت و بھائی چارگی کے ساتھ رہنے کا حکم دیتی ہیں۔سورہ الحجرات میں ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [12]

"بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کیا کرو۔"

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [13]

"اور اگر وہ صلح و امن کی طرف مائل ہو جائیں تو (اے رسول ؐ) آپ بھی مائل ہو جائیں۔"

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اسی بات کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

لا تجعلوا بعدی کفارا ، یضرب بعضکم رقاب بعض[14]

"میرے بعد دوبارہ حالتِ کفر کی طرف مت پلٹ جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"

اس حدیث پاک میں اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ امن وسلامتی کے دین کو اختیار کرنے کے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مارنا اور تشدد پر اتر آنا بھی دراصل کفر کی جانب پلٹ جانے کے مترادف ہے۔

واضح رہے کہ حلِ تنازعات کی روشنی میں تنازعات کے اسباب کے خاتمے اور اس کے لیے موزوں ماحول کا پیدا کرنا پائیدار تعمیرِ امن کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک طرف ان تمام اخلاقی رذائل جو تنازعات کی وجہ بنتے ہیں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تو دوسری طرف عدل وانصاف، اخوت وبھائی چارے، صداقت اور حسنِ ظن اور رحم وکرم جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا ہے، جن کا تقاضہ حل تنازعات کا علم کررہاہے۔ یعنی پر تشدد تنازعہ تو ایک طرف اسلام انسان کے دل ودماغ اور کردار و رویے سے تنازعات کے اسباب کو بھی ختم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَاتَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا،وَلَا تَقَاطَعُوا،وَكُونُواعِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا[15]»

"ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو، باہم قطع تعلق نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو اور اللہ تعالی کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔"

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

" لاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلاَمِ[16]"

"کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ترکِ تعلق کرے اور دونوں ملے تو یہ بھی منہ موڑلے اور وہ بھی منہ موڑلے۔ ان دونوں میں سے بہتر شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔"

تعصب کی ممانعت

چونکہ تنازعات کے اہم اسباب میں سے ایک سبب تعصب ہے، اس لیے اس سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

عَنْ بِنْتِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: «أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ[17]»

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عصبیت کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر بھی اپنی قوم کے مددگار بن جاؤ۔"

اسلام میں تنازعات کے دوران مصالحت کاری کی اہمیت

اسلام عصری تقاضوں کے مطابق تنازعات کا بہترین حل پیش کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے مابین اخوت اور بھائی چارے کا رشتہ ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین تنازعہ پیدا ہو تو باقی لوگ اسے پرایا معاملہ سمجھ کر الگ تھلگ نہ بیٹھے رہیں۔ بلکہ دونوں فریقین کے مابین صلح کرانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [18]

"اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہے تو زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو انصاف کے مطابق دونوں کے مابین صلح کرو اور عدل سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف سے کام لینے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اس طرح سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا [19]

"ان لوگوں کی بہت سی خفیہ باتوں میں کوئی خیر نہیں۔ سوائے ان کی جو صدقہ یا کسی نیکی یا لوگوں کے مابین صلح کرانے کی ترغیب دیں۔ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے۔ تو ہم اسے بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔"

اسلام نے جہاں اہل ایمان کے درمیان مصالحت کا حکم دیا ہے وہاں مذہب کی تفریق کے بغیر لوگوں کے درمیان اس عمل کی فضیلت کو متعدد مواقع پر واضح فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِدَرَجَةٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ[20]»

"کیا میں تمہیں ایسا صدقہ نہ بتاوں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول ﷺ! ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں کے باہمی تعلقات بگڑ جائیں تو ان کو سنوارنا۔ کیونکہ یہ فساد دین کو اکھاڑنے والی چیز ہے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «يَا أَبَا أَيُّوبَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى صَدَقَةٍ يَرْضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْضِعَهَا؟» قَالَ: بَلَى قَالَ: «تُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ إِذَا تَفَاسَدُوا وَتُقَرِّبُ بَيْنَهُمْ إِذَا تَبَاعَدُوا[21]»

"ابو ایوب الانصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ اسلم نے مجھے فرمایا کہ میں آپ کو ایسا صدقہ نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالی اور اس کا رسول راضی ہوتے ہیں؟ میں نے کہا؛ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جب لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہو جائیں تو تم ان کے مابین صلح کرادو اور جب ان میں دوری ہو جائے تو تم ان کے درمیان قربت پیدا کرو۔"

نبی اکرم ﷺ کے ایک دوسرے ارشاد سے دین کی نظر میں مصالحت کاری کی اہمیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَيْسَ الكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا[22]»

"ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو شخص لوگوں کے مابین صلح کرانے کے

لیے (ایک فریق کے سامنے دوسرے فریق کی طرف) اچھی بات منسوب کرتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث سے تنازعات کی صورت میں مصالحت کاری کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حل تنازعات اور مصالحت کاری اہل ایمان کے اہم دینی فرائض میں شامل ہے۔ نیز اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مذہبی تفریق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تنازعات کو حل کرنے اور مصالحت کاری کا اہم فریضہ انجام دیں۔

تنازعات اور ان کا حل نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک مستقل اور بے حد اہم پہلو ہے۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ارد گرد کے ماحول میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر پیدا ہونے والے جھگڑوں اور اختلافات پر پوری نظر رکھتے تھے اور حسبِ موقع انہیں حل کرنے کے لیے اپنا کردار بھی ادا کرتے تھے۔

جیسا کہ اوپر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کی، تو حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ میں نصب کرنے کے معاملے میں ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ اس کا مدعی تھا کہ یہ شرف اس کو ملنا چاہیے۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہر قبیلہ نے اس پر لڑنے مرنے کی قسمیں کھالیں۔ تاہم قریش کے ایک عمر رسیدہ شخص ابو امیہ بن مغیرہ نے ان سے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے کسی کو ثالث مقرر کر لیا جائے اور مقررہ دن میں جو شخص سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، اسی کو ثالث مان لیا جائے۔ حسنِ اتفاق سے اس دن سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور سب لوگوں نے یہ کہہ کر آپ ﷺ کو ثالث مان لیا کہ آپ ﷺ امین ہیں اور ہم آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تنازعہ کا حل یوں فرمایا کہ حجرِ اسود کو ایک کپڑے میں رکھا اور کہا کہ ہر قبیلے کے لوگ کپڑے کے ایک ایک کنارے کو پکڑ کر اٹھالیں اور جب لوگ پتھر اٹھا کر اس کی جگہ کے قریب لے گئے تو آپ ﷺ نے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کر دیا[23]۔

اسلامی تاریخ میں سب سے روشن دور خود رسالت مآب ﷺ کا دور ہے۔ اسی دور میں ایک طرف مسلمانوں کے مابین رشتہ اخوت متعارف کیا گیا تو دوسری طرف عدل وانصاف، امن، رواداری، مختلف مذاہب کے لوگوں سے مذہبی مکالمہ اور باہمی بقاء کے اصول طے کئے

گئے۔ ان کی رہنما مثالیں میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتحِ مکہ جیسے تاریخ کے سنہرے واقعات میں ملتی ہیں۔

تاریخِ اسلام کا دوسرا اہم دور خلافتِ راشدہ کا دور ہے۔ خلفائے راشدین حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرتِ عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے دینی واجتماعی معاملات میں ایک دوسرے سے مشاورت کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی بھرپور معاونت کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جب مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تاریخ کا آغاز متعین کرنے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ کیا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کو مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء قرار دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ مشورہ پسند کیا اور اس طرح ہجرت مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء قرار پائی[24]۔

عہد صحابہ میں ہمیں جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت کا واقعہ بھی سامنے آتا ہے، اس کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان طے پانے والا مصالحتی معاہدہ بھی موجود ہے۔ جس میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہوگئے اور اسی طرح مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کو متحد ہونے کا موقع مل گیا[25]۔

تاریخ اسلام کا ایک اور سنہری دور وہ ہے جب فقہ اسلامی میں وسعت شروع ہوئی اور مختلف مکاتبِ فکر وجود میں آنے لگے۔ فقہ اسلامی کے ائمہ حضرت امام مالک، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے علمی ومذہبی مکالمے کو فروغ دیا۔ تمام ائمہ فقہ اختلافات کو ہمیشہ علمی حد تک محدود رکھتے، وہ سب ایک دوسرے کی رائے کا بھرپور احترام کرتے اور ایک دوسرے کے علمی مقام کا اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

حل تنازعات کے اسلام کے پیش کردہ راہنما اصول

1. تنازعات کے باوجود انصاف

اختلاف اور تنازعہ کی حالت کسی بھی فرد یا گروہ کے لیے ایک اخلاقی آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ غصے اور نفرت کی حالت میں انسان کے لیے اپنے مخالف کے متعلق انصاف پر قائم رہنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اہلِ ایمان کو ہدایت فرمائی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[26]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے والے بن کر کھڑے ہو جاو اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی سے کام لو، انصاف کرو، یہی تقوی کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

2. موثر اور غیر جانبدار مصالحت کار

معاشرے میں مختلف گروہوں کے مابین تنازعات کے حل یا ان کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مثبت کردار ادا کرنا ایک بے حد اہم سماجی و اخلاقی عمل ہے، تاہم اس کے لیے مصالحت کار میں ایک خاص طرح کی شخصیت، ذہنی رویے اور عملی ترجیحات کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ ان کے بغیر کوئی موثر کردار ادا کرنا عام طور پر ممکن نہیں ہوتا۔

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ تنازعات میں مصالحت کاری کا موثر کردار ادا کرنے کے لیے یا تو ایسی مصالحت کار شخصیت کا ہونا ضروری ہے جو دونوں فریقوں کی نظر میں غیر جانبدارانہ حیثیت رکھتا ہو اور یا پھر ایسی شخصیات سے اس کردار کی توقع کی جاسکتی ہے جو تنازعے کے فریقین سے تعلق رکھتا ہو، لیکن محدود گروہی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر مجموعی معاشرتی مفاد کے تناظر میں فیصلے کر سکتا ہو، گروہ کی نظر میں ایک خاص مقام و مرتبہ کا حامل ہونا بہر حال لازم ہے، کیونکہ گروہی نفسیات کا ایک سادہ اصول ہے کہ لوگ اپنی گروہی وابستگی کے دائرے سے باہر کسی رہنما شخصیت کی پیروی قبول کرنے پر عام طور پر آمادہ نہیں ہوتے[27]۔

3. تنازعہ ختم کرنے کی خاطر ذاتی مفادات کی قربانی

بعض اوقات تنازعہ پر امن طریقے سے حل کرنے کے لئے ذاتی مفادات کو قربان کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات جانبین کے لئے اس کے مفید اثرات ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً سن 6 ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے قریشِ مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ یا صلح کیا۔ یہ معاہدہ صلحِ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کی کچھ شقیں بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کو منظور فرمایا۔ دراصل آپ ﷺ کے پیشِ نظر مستقبل میں اس سے حاصل ہونے والے نتائج اور فریقین کے فوائد تھے، کہ ایک بار معاہدہ ہوجانے کے بعد سب سکون واطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے۔ جس کے نتیجے میں قبائل عرب پوری آزادی کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کر سکیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کا امن پسند اور منصفانہ رویہ دیکھ کر مدتِ معاہدہ میں اچھے خاصے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اور صلح حدیبیہ والے سال پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ جب کہ فتح مکہ کے سال یہ تعداد دس ہزار ہوگئی[28]۔

صلح کے ذریعے داخلی امن وامان قائم ہوجانے کے بعد اسلام کے پیغام کو عالمی سطح پر نشر کرنے کے لیے رسول ﷺ کو موقع مل گیا۔

4. گروہ بندی سے بالاتر اجتماعی رویہ

مصالحت کاری کا کردار ادا کرنے والے رہنما کے لیے سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ وہ ذہنی اور فکری طور پر مختلف گروہوں کے مابین پر امن بقائے باہمی اور معاشرے کی مجموعی ترقی پر یقین رکھتا ہو۔ اور اس مقصد کے لیے سب کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہو۔ تاہم یہ عمل ایسا شخص ہی اپنا سکتا ہے۔ جو حل تنازعات اور مصالحت کاری کے لیے مصیبتیں جھیل سکتا ہو[29]۔

5. غلطیوں کا محاسبہ اور تلافی

ایک ذمہ دار قائد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے گروہ کی طرف سے دانستہ یا نادانستہ سرزد ہونے والی غلطیوں اور زیادتیوں پر ان کا محاسبہ کرے اور اگر اس سے کسی کو نقصان پہنچا ہو تو اس کی تلافی کی کوشش کرے۔

عہدِ نبوی کے متعدد واقعات میں جب بعض مسلمان کسی غیر مسلم کے قتلِ ناحق کے مرتکب ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے مقتول کو دیت دلوائی یا بیت المال سے انکی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا۔ مثال کے طور پر عمرو بن امیہ الضمری نے واقعہ بیر معونہ کے شہداء کا بدلہ لینے کے لیے بنو عامر کے دو آدمیوں کو جو اس جرم میں شریک نہیں تھے، قتل کر دیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی دیت ادا کی، جو دو آزاد مسلمانوں کے دیت کی مساوی تھی[30]۔

6. امن کے لیے شخصی جذبات کی قربانی

معاشرہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہر وقت شرارت کرنے کی تگ و دو میں رہتے ہیں۔ اس کی واضح مثال عبداللہ بن ابی منافق کی ہے، جس کا کام یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ستایا جائے۔ ایک موقع پر اس نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نہایت گستاخانہ تبصرے کئے تو اس کے بیٹے عبداللہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے باپ کو قتل کرنے اجازت مانگی۔ عبداللہ نے اپنے اس ارادے کا محرک بھی بیان کیا اور کہا کہ قبیلہ خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے والد کا فرماں بردار کوئی نہیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر کوئی دوسرا مسلمان میرے باپ کو قتل کرے گا تو میں اپنے باپ کے قاتل کا وجود گوارا نہیں کر سکوں گا اور اسے قتل کر دوں تاہم نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

لا تقتل اباك[31] "اپنے باپ کو قتل نہ کرو۔"

دوسری روایت کے مطابق ارشاد فرمایا:

"لَا، بَرَّ أَبَاكَ وَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُ[32]

"تم اس کے ساتھ بھلائی کرو اور اچھا برتاؤ کرتے رہو۔"

مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تنازعات کا پیدا ہونا تقریباً ہر معاشرے کا جزء لا ینفک ہے۔ تاہم معاشرہ کے سنجیدہ طبقے کا فرض بنتا ہے کہ تنازعہ کو ابتداء ہی میں حل کیا جائے کیونکہ اس کے پر امن حل کا فائدہ نہ صرف متعلقہ افراد اور اس کے خاندان کو پہنچتا ہے بلکہ اس کے ثمرات سے پورا معاشرہ مستفید ہوتا ہے۔ دوسری طرف اگر معاشرے کے بااثر افراد اپنی اس اہم ذمہ داری سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو یہ چشم پوشی ایک خطرناک صورت اختیار

کر سکتی ہے کیونکہ جب تنازعہ کے فریق تشدد پر اتر آتے ہیں تو اس سے پورا معاشرہ بری طرح متاثر ہو سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مادہ، نزع، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۹۸۶ء

2 سورۃ الانفال ۸:۴۶

3 سورۃ النساء ۴: ۵۹

4 سورۃ الفرقان ۲۵: ۶۳-۶۷

5 البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، دار طوق النجات، ۱۴۲۲ھ

6 القشیری، ابو الحسن مسلم بن الحجاج، باب بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» دار إحياء التراث العربي-بیروت (س-ن)

7 سورۃ المائدہ ۵: ۸

8 سورۃ ابراہیم ۱۴: ۴۲

9 تعمیر امن اور حل تنازعات: ۱۵۹، زیر نگرانی: اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان، ناشر ادارہ امن و تعلیم، اسلام آباد

10 ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ ۱: ۱۹۷، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابي الحلبي مصر، ۱۹۵۵ء

11 تعمیر امن اور حل تنازعات: ۱۶۰

12 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۰

13 سورۃ الانفال ۸: ۶۱

14 صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى

15 صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ وَالتَّدَابُرِ

16 صحیح البخاری، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ الهِجْرَةِ

17 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الادب باب فی العصبیۃ، المکتبۃ العصریۃ، بیروت (س-ن)

18 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۸

19 سورۃ النساء ۴: ۱۴۴

20 البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد ۱: ۱۴۲، دار البشائر الاسلامیۃ—بیروت، ۱۹۸۹ء

21 الطیالسی، ابوداود، سلیمان بن داود، المسند ۱ : ۴۹۱، دار ہجر—مصر، ۱۹۹۹ء

22 صحیح البخاری کتاب الصلح، بَابٌ: لَيْسَ الكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

23 ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۱: ۱۹۷، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ بمصر، ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء

24 دائرۂ معارف اسلامیہ ۱۴: ۲: ۲۱۸، اردو معارف اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۲ء

25 نفس مصدر

26 سورۃ المائدہ ۵: ۸

27 تعمیر امن: ۱۸۸

28 تاریخ اسلام ۱: ۴۷

29 تعمیر امن: ۱۹۰

30 نفس مصدر

31 البغدادی، ابوالحسین، معجم الصحابۃ ۱: ۲۰۳، مکتبۃ الغرباء الأثریۃ-المدینۃ المنورۃ، ۱۴۱۸ھ

32 الاصفہانی، ابونعیم، عبداللہ بن احمد، معرفۃ الصحابۃ ۳: ۱۹۶۴، دار الوطن للنشر، الریاض، ۱۹۹۸ء